خطبات

ساجد حمید

قرآن و حدیث اور عورت کا دائرۂ کار

[یہ مقالہ ایک کانفرنس کے لیے لکھا گیا تھا۔ اس لیے اس کی ساخت اس کانفرنس کی ضروریات کے مطابق ہے۔ میں اپنے مقالات اس طرز پر نہیں لکھتا۔ لیکن مفید مطلب ہونے کی وجہ سے استفادۂ عام کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ مصنف]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

تمہید

آج کے عہد کا یہ ایک اہم سوال ہے کہ عورت کا دائرۂ عمل کیا ہے؟ اس باب میں ایک عمومی رائے پائی جاتی ہے کہ اس کا اصل مقام یہ ہے کہ وہ گھر میں رہے۔ لیکن یہ رائے نصوص قرآن و حدیث کے بجائے محض علاقائی تصورات پر قائم ہے۔ اگر کوئی نصوص اس میں استعمال بھی ہوئی ہیں تو وہ محض سرسری اور سیاق و سباق کے لحاظ رکھے بغیر استعمال ہوئی ہیں۔ اس مقالہ میں ہم قرآن و حدیث کی روشنی[1] میں اس موضوع پر بحث کریں گے اور دیکھیں گے کہ قرآن و سنت کے نصوص کیا کہتے ہیں۔ ان نصوص سے کیا بات اصل میں مراد ہے۔ خاص طور پر احادیث میں ہزاروں نہیں تو سینکڑوں واقعات ایسے منتقل ہوئے ہیں جس سے عورت کے دائرۂ عمل کے بارے میں ہمارے موجودہ دینی تصورات کو حیرت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ہماری رائے قرآن و سنت کے نصوص کے براہ راست اور گہرے مطالعہ سے یہ بنی ہے کہ قرآن و سنت عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے آداب اور حدود و قیود ضرور مقرر کرتے ہیں، لیکن عورت کو نہ کام کرنے سے روکتے ہیں اور نہ گھر سے باہر نکلنے کو۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدود و قیود ہی اس بات کا ثبوت ہیں کہ انھیں گھر سے باہر نکلنے، مردوں

---

[1] واضح رہے کہ ان نصوص کے فہم میں استاذ گرامی کی کتاب ''میزان'' میں موجود بحث ''مرد و زن کا اختلاط'' پر انحصار کیا گیا ہے۔

سے معاملات کرنے کی آزادی حاصل ہے۔ کیونکہ اگر انھیں یہ آزادی حاصل نہیں ہوتی تو اس قانون کے دینے کا مقصد ہی کیا تھا؟

ہمارے پاس دو قسم کے نصوص قرآن مجید میں ہیں: ایک وہ جس میں مجھے عصر حاضر کی امت کے عمومی فہم سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ دوسرے وہ جن میں ہم عمومی مسلک سے یہاں اختلاف کریں گے۔ مثلاً سورۂ احزاب وہ سورہ ہے جس میں دور حاضر کے علما کے ایک طبقہ نے رائے بنانے میں سیاق وسباق کا خیال نہیں رکھا[۲]۔ عرب وعجم کے ان علما کے ہاں ایک عمومی رجحان یہ پیدا ہوا ہے کہ قرآن مجید کے جملے اپنے سیاق وسباق سے کاٹ کر، بلکہ اپنے جملے سے بھی کاٹ کر استعمال کر رہے ہیں۔ مثلاً (الشحود ۲۰۱۰) علی بن نایف نے اپنی کتاب ''القرآن الکریم فی مواجہۃ الجاہلیۃ'' میں ایک باب 'المرأة بين عفاف الإسلام ورجس الجاهلية' (ص٦٦) کے نام سے لکھا ہے۔ اس باب میں اسلام کی عفت کا اصول سورۂ احزاب کی درج ذیل آیت سے نکالا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا. (۳۳:۳۲-۳۴)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اس میں جس 'تطہیر' کا تعلق ہے، اس کا کوئی تعلق اس عمومی عفت سے نہیں ہے، یہ خاص ازواج مطہرات کا معاملہ ہے۔ اس سلسلۂ آیات کا آغاز 'يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ' سے ہوا ہے۔ ان آیات کو عمومی معنی میں لینا ایسا ہی ہے، جیسے ازواج مطہرات والے اس قانون کو کہ وہ ہماری مائیں ہیں عام کر دیا جائے۔ جس کے معنی یہ بن جائیں گے کہ ہر مذہبی پیشوا کی ازواج اس کے مریدوں کے لیے ماں کا درجہ رکھتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہاں تطہیر سے مراد عفت نہیں ہے، بلکہ منافقین کی ریشہ دوانیوں سے بچانا مراد ہے۔ مذکورہ بالا تطہیر آیت ۳۳ میں بیان ہوئی ہے، جبکہ منافقین کا ذکر آیت ۳۲ میں ہے۔ یہاں 'تطہیر' اسی معنی میں آیا ہے جو سورۃ المائدہ کی درج ذیل آیت میں آیا ہے:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا.... (آل عمران ۳:۵۵)

''یاد کرو، جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ، میں تمھیں متوفی کروں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تمھیں کافروں سے مطہر کر دوں گا (یعنی بچا لوں گا)''....۔

۲؎ علمی تنقیح کے لیے دیکھیے ''میزان'' اور ''البیان'' از جاوید احمد صاحب غامدی۔

ویسے بھی قرآن مجید میں 'مُطَہِّر' کالفظ کہیں بھی عفت کے معنی میں نہیں آیا قرآن مجید میں یہ میل کچیل اتارنے اور جسمانی ناپا کی دور کرنے کے معنی میں تو آیا ہے، مگر باطنی ناپا کی کی دوری کے لیے 'تَزْکِیَۃ' کالفظ آیا ہے۔ جبکہ سورۂ احزاب کی آیت ۳۲ کے بنائے ہوئے سباق سے یہ بات واضح ہے کہ یہ یہاں بچانے کے معنی میں آیا ہے۔

اس مقالے میں ہمارا طریق کار یہ ہوگا کہ ہم متفقہ آیات سے معلوم ہونے والے احکام کو مختصراً نکات کی صورت میں بیان کریں گے۔ جن مقامات پر ہم کوئی مختلف بات کریں گے وہاں ہم اپنا استدلال بھی عرض کر دیں گے۔ اس استدلال کی بنیاد لسانی ہوگی اور اسلاف کے حوالوں پر بھی ہوگی۔

حدیث والے باب میں کسی تاویل سے کام نہیں لیا گیا۔ جو سادہ مفہوم متبادر ہو رہا ہے، اسی سے استدلال کیا گیا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ صاحبین ـــــ بخاری و مسلم ـــــ تک محدود رہوں تا کہ حدیث کی صحت و سقم کے بارے میں تردد پیدا نہ ہو۔ اس مقالے کی ضرورت کے پیش نظر ان کتب کے حوالے جدید طرز پر دے دیے ہیں، یعنی حدیث کا نمبر بتا دیا ہے۔

عورت کے گھر سے باہر کے کاموں میں حصہ لینے کی یہ اجازت مطلق نہیں، بلکہ مرد ہی کی طرح عورت، یعنی دونوں کے لیے گھر سے باہر نکلتے وقت اور اپنی ضرورت اور شوق کے کام پورا کرنے کے لیے تمام دینی احکام کی پابندی کرنا لازم ہے۔ اسی طرح زندگی کے کاموں میں صحیح ترجیحات قائم ہونی چاہییں۔ بنیادی کاموں اور شوق و تفریح کے کاموں کا فرق ملحوظ رکھنا ہوگا۔ ان میں سے چند امور کا اس مضمون میں ہم ذکر کریں گے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

فصل اول

قرآن مجید کے احکام

لباس کا حکم

قرآن مجید سے لباس سے متعلق ایک ہدایت سورۂ اعراف میں آئی ہے، اور اس کا تاریخی حوالہ حضرت آدم کے وقت سے جوڑا ہے۔ قرآن مجید کا فرمان ہے:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ ''اے اولاد آدم، ہم نے تمھیں لباس عطا کیا ہے

سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ. (الاعراف ۷: ۲۶-۲۸)

تاکہ وہ تمھاری شرم گاہوں کو ڈھانپے، اور ہم نے (تمھیں لباس کی صورت میں) پَر[۳] دیے ہیں۔ اور تقویٰ والا لباس وہ تو سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کی آیات ہیں تاکہ تم اچھی بات کی نصیحت حاصل کرو۔ اے اولاد آدم، (ان حکموں کو اپناؤ تاکہ) شیطان تمھیں فتنے میں مبتلا نہ کردے۔ جیسے اس نے تمھارے ماں باپ (آدم وحوا) کو جنت سے نکلوادیا تھا، ان کا لباس ان سے چھین کر، تاکہ ان پر ان کی شرم گاہ کو باہم دکھادے، شیطان اور اس کا ٹولہ تمھیں دیکھ رہا ہے، اس طرح سے کہ تم انھیں نہیں دیکھ سکتے، ہم نے شیاطین کو صرف ان کا دوست بنایا ہے، جو ایمان نہیں رکھتے۔ اور جب یہ لوگ فحاشی کا ارتکاب کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسا ہی کرتے پایا ہے اور اللہ ہی نے اس کا حکم دیا ہے۔ ان سے کہو کہ اللہ فحش کاموں کا حکم نہیں دیتا۔ اللہ سے وہ بات منسوب کرتے ہو جس کا تمھارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔''

ان آیات کریمہ سے درج ذیل اہم امور معلوم ہو رہے ہیں:

☆ لباس کے دو مقصد ہیں: اخلاقی اور طبعی، یعنی بالترتیب ۱۔ ستر پوشی اور ۲۔ زیبایش اور موسمی اثرات سے بچاؤ۔

☆ لباس کا اخلاقی مقصد جسم کی ستر پوشی ہے۔ 'يُوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ' کے الفاظ اسی حقیقت کو بیان کر رہے ہیں۔ یہ بیان علت ہے۔ اور لباس کے حکم کا سبب یہ ہے کہ ان کے افشا سے بچا جائے۔ یہ حکم وضعی ہوا[۴]۔

☆ لباس کے بارے میں بے احتیاطی جنت سے محرومی کا سبب ہے، جیسے یہاں قصۂ آدم وحوا کے حوالے سے

۳؎ پر اور بال جانوروں کے لیے وہی کام کرتے ہیں، جو ہمارے لیے لباس کرتا ہے۔ ہماری جلد کو بالوں اور پروں سے جب صاف کیا گیا تو ہمیں لباس کا حکم دیا گیا، اور اس کے لباس بنانے کی چیزیں بھی پیدا کی گئیں۔

۴؎ اس طرح کے مباحث کانفرنس کی ضرورت کے پیش نظر ڈالے گئے ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بیان کیا گیا ہے۔

☆ لباس کا تعلق ’فحشاء‘ کے روکنے سے ہے۔ جسے آیت ۲۸ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ لباس کے اخلاقی پہلو کی علت ہے۔ یہ ترکِ لباس کا مانع ہے۔

☆ لباس کا دوسرا مقصد زیب وزینت، اور موسمی اثرات سے ذریعۂ نجات ہے۔ اس بات کو ’ریشا‘ کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ پرندے کے پروں کے لیے ہے، جو زیبایش اور گرمایش دونوں کام دیتے ہیں۔ یہ لباس کے لیے طبعی اسباب ہیں۔

☆ زینت والے لباس پر تقوے کا پہرا بٹھایا جائے۔ اس بات کو قرآن مجید نے ’وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ‘ سے سمجھایا ہے۔ یہ مقصدِ لباس ہے۔ اس کے لیے حکم سورۂ نور میں آیا ہے۔

☆ لباس کے بارے میں بے احتیاطی شیطانی بہکاوا ہے، اس کا شکار وہ لوگ ہوتے ہیں جو پکے ایمان سے محروم ہوں۔ یہ بات آیت ۲۷ میں بیان کی گئی ہے۔ یہ لباس کے حکم کی سنجیدگی کو نمایاں کرتی ہے۔

☆ یہ ہدایات تمام بنی آدم کے لیے ہیں، اس کی طرف اشارہ ’یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ‘ کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ مرد وعورت، جوان وبزرگ، مسلم وغیر مسلم ہر کسی کے لیے ہیں۔

☆ آدم وحوا علیہما السلام کے جنت سے نکلوائے جانے کا عمل بھی کسی نہ کسی پہلو سے لباس ہی سے متعلق تھا۔ یہ بھی لباس کی اہمیت کو یاد دلاتا ہے۔

انھی آیات کے ذیل میں وہ احادیث بھی آئیں گی جن میں آپ نے ایسے لباس کو غلط قرار دیا ہے، جو یا ستر پوشی نہیں کرتا یا فحشاء کا سبب ہے۔ جیسے آپ کا فرمان ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ شَامِيَّةٌ رِقَاقٌ، فَأَعْرَضَ عَنْهَا ثُمَّ قَالَ: ”مَا هٰذَا يَا أَسْمَاءُ؟ إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ يَصْلُحْ أَنْ يُرٰى مِنْهَا إِلَّا هٰذَا، وَهٰذَا“ وَأَشَارَ إِلٰى وَجْهِهِ وَكَفَّيْهِ.

”سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ (ان کی بہن) ابوبکر صدیق کی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو انھوں نے ایک باریک شامی لباس پہن رکھا تھا۔ جب آپ کی نظر پڑی تو آپ نے منہ دوسری طرف کر لیا۔ پھر گویا ہوئے: اسماء یہ کیا پہن رکھا ہے؟ جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے یہ درست نہیں کہ اس کے جسم کے اعضا نظر آئیں سوائے ان دو کے، اور آپ نے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔‘‘

خلاصہ

لباس اخلاقاً شرم گاہوں کو ڈھانپنے کے لیے ہے، تاکہ فحشا سے بچا جا سکے۔ یہ ایمان اور تقویٰ کا لازمی تقاضا ہے، یہ پوری انسانیت کے لیے اللہ کا حکم ہے، لہٰذا یہی انسانی فطرت ہے۔ اس کے قانونی پہلو سورۂ نور کی روشنی میں آگے زیر بحث آئیں گے۔

اس ہدایت میں عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کے لیے کوئی مانع بیان نہیں ہوا۔

احکام

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

پہلا مقام

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (۲۴:۳۰-۳۱)

☆ عورتوں اور مردوں کو یہاں پہلا حکم غض بصر کا دیا گیا ہے۔ صنف مخالف کے سراپے کا جائزہ لینے سے روکا گیا ہے۔ یعنی غیر مرد و عورت کے حسن اور سراپے کو نہارنے سے روکا گیا ہے۔ اور نگاہ کو نگاہ سے چار کرنے سے منع کیا گیا ہے، جس میں صنف مخالف کے لیے پیغام رسانی ہو، کشش ہو یا شہوت ہو۔

☆ عورتوں اور مردوں کو دوسرا حکم حفاظتِ فرج کا دیا گیا ہے، اسے بعض اوقات صرف بدن ڈھانپنے کے معنی میں لیا گیا ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حفظِ فرج کے بجاے سترِ فرج کا حکم ہوتا۔ یہ دراصل تمام

صنفی تعلقات کو جامع ہے۔ یعنی اپنے عشوہ وادا سے پھسلانے سے لے کر اعضاے صنفی کو غیر پر ظاہر کرنے اور یہاں سے لے کر زنا تک تمام چیزیں اس میں آ جاتی ہیں۔ یعنی لباس پہنے ہوئے ہونے کے باوجود شرم گاہوں کی طرف رغبت اور متوجہ کرنے والے امور سے رکنا۔ کپڑوں کا خیال رکھنا کہ وہ پہنے ہوئے ہونے کے باوجود برہنگی پیدا نہ کر دیں، جیسے اٹھتے بیٹھتے ہوئے کپڑوں کا اپنے جگہ سے ہٹ جانا وغیرہ۔

اخفاے زینت[5]: یہ حکم صرف عورتوں کے لیے ہے۔ حسن و جمال کو عیاں نہ کرنا سوائے ان مقامات کے جو چلتے پھرتے کام کرتے نمایاں ہوتے ہی ہیں، جیسے ہاتھ اور چہرہ[6]، یہ دونوں عام طور پر (جبلةً) کھلے ہی رہتے ہیں۔ علامہ الزمخشری (۱۴۰۷ھ) رقم فرما ہیں: 'وھـذا معنى قوله إِلَّا ما ظَهَرَ مِنُها، يعني إلا ما جرت العادة و الجبلة على ظهوره و الأصل فيه الظهور'، اس قول الٰہی کہ 'اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنُهَا' سے مراد یہ ہے کہ جو عادت اور جبلت کی رو سے کھلا ہی رہتا ہے، اور اس میں اصل صورت یہی ہے کہ وہ کھلا رہے۔ (۲۳۱/۳)

زینت ایک بہت جامع لفظ ہے، جس کے معنی میں حسن، اصل معنی کی حیثیت رکھتا ہے، خواہ وہ فطری ہو یا غازہ کی کرامات ہو۔ اسی سے یہ لفظ بعد میں مجازاً ان چیزوں کے لیے بھی بولا جانے لگا، جو حسن و زیبایش کا سبب ہوتی ہیں، جیسے زیورات، سرخی پوڈر وغیرہ۔ لہٰذا یہ بات واضح رہے کہ یہ حکم لباس کا نہیں ہے۔ بلکہ غیر مردوں پر اظہارِ زینت سے متعلق ہے۔ یعنی اپنے حسن و جمال کی طرف نامحرموں کو، اپنے لباس، سنگھار اور عشوہ وادا سے نمایاں و ظاہر کرنا۔ یعنی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۵ بعض مفسرین و فقہا نے زینت سے مراد اعضاے بدن لیا ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ آگے کا ایک حکم جس میں پائل وغیرہ کی چھنکار کو زینت کے ابداء کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ جس کا کوئی تعلق کسی عضو سے نہیں ہے۔ دل چسپی کی بات یہ ہے کہ اس میں دیکھنے کا عمل بھی نہیں ہوتا۔ بس آواز پیدا کرنے سے روکا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ پرانے زمانے میں خواتین سینہ کو ننگا رکھتی تھیں۔ اس کو ڈھانپنے کا حکم ہے۔ یہ بھی درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ زینت کا لفظ اس معنی میں عربی میں نہیں ہے، اور اس مجاز کا یہاں کوئی قرینہ نہیں ہے۔ جبکہ زیورات کے لیے آگے پاؤں کی ضرب سے مخفی زینت کا واضح قرینہ موجود ہے۔ مزید یہ بات کہ اس زینت کو باپ، سسر اور بعض رشتے داروں پر ظاہر کرنے کی اجازت دی گئی ہے، یقیناً ان پر ان اعضا کا ظاہر کرنا کسی طور مناسب نہیں ہے۔

۶ ہاتھ اور چہرے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے، لیکن اسے حدیث کی روشنی میں یہاں لکھا گیا ہے۔ وہ حدیث ذیل میں ہے:

عَنُ عَائِشَةَ، قَالَتُ: دَخَلَتُ أَسُمَاءُ بِنُتُ أَبِي بَكُرٍ عَلٰى رَسُوُلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيُهَا ثِيَابٌ شَامِيَّةٌ رِقَاقٌ، فَأَعُرَضَ عَنُهَا ثُمَّ قَالَ: ”مَا هٰذَا يَا أَسُمَاءُ؟ إِنَّ الُمَرُأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الُمَحِيُضَ لَمُ يَصُلُحُ أَنُ يُرٰى مِنُهَا إِلَّا هٰذَا، وَهٰذَا“ وَأَشَارَ إِلٰى وَجُهِهٖ وَكَفَّيُهِ.

اظہارِ حسن تین طرح سے ہوسکتا ہے: لباس کی تراش خراش، بناؤ سنگھار، اور عشوہ و ادا۔ تینوں سے یہاں منع کیا گیا ہے۔ عشوہ و ادا کی ایک مثال کا ذکر پائل کی جھنکار کی صورت میں کیا گیا ہے۔

یعنی اپنے فطری حسن کو لباس، سنگھار اور اداؤں کی دل فریب حرکات سے ظاہر کرنے اور اس سے صنف مخالف کو باخبر اور متوجہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ مثلاً محض جسم کے نشیب و فراز کو بغیر کسی زیور اور میک اَپ کے محض لباس کی کاریگری سے یا محض اداؤں کی فتنہ گری سے اس طرح پیش کرنا کہ اس میں کشش بڑھ جائے یہ بھی ابدائے زینت ہوگا۔ اور اس کو زیور و غازہ سے مزید مزین کرنا تو بدرجہ اولیٰ اس میں شامل ہے۔ لہٰذا خواتین کو حفظِ فروج کے ساتھ ساتھ اس باب میں بھی استعفاف کا حکم دیا گیا ہے کہ نامحرموں کے سامنے جب وہ آئیں تو اظہارحسن و جمال سے بچیں، اس کے لیے دو علاج تجویز کیے گئے ہیں: ایک گریبان پر کپڑا رکھنا اور دوسرے چلتے ہوئے احتیاط سے چلنا کہ مخفی زینت کا اظہار بھی نہ ہو۔ اس مقصد کے لیے یہ تین حکم دیے گئے ہیں:

- o بناؤ سنگھار کے چھپانے کے لیے اوڑھنی سے گریبان کو ڈھانپنا چاہیے۔
- o چندلوگوں کے سوا باقی سب سے بناؤ سنگھار کو چھپانا۔ یہ ان لوگوں کی فہرست ہے جن کے لیے اسلامی تہذیب میں لوگ بالعموم صنفی کشش اور میلان نہیں رکھتے۔ ان میں عورتیں بھی شامل ہیں۔
- o بناؤ سنگھار کے لیے پہنے ہوئے زیورات وغیرہ سے پاؤں مار مار کر جھنکار پیدا نہ کرنا۔

اگر بنظر غائر تمام حکم کو دیکھا جائے تو یہ مردوں اور عورتوں کے اکٹھا ہونے کے وقت غلط رویوں سے بچنے کا حکم ہے۔ یعنی نگاہیں چار کرنا، اپنا حسن و جمال دکھاتے پھرنا وغیرہ۔ یہاں لباس کے قانون کا مسئلہ بیان نہیں ہو رہا، یہی وجہ ہے کہ خواتین کو بھی زینت چھپانے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ یہاں پردہ اور لباس نہیں، بلکہ رویہ زیر بحث ہے۔

تین رویے ہیں، جو جنسی بے راہ روی کی راہ کھولتے ہیں:

ایک نگاہ بازی، جس میں صنف مخالف کے سراپے کو نہارا جاتا اور یوں یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ دیکھنے والا فریفتہ حسن و جمال ہے، تاکہ اس کو اپنی طرف مائل کرے۔ اس کے سدباب کے لیے غض بصر کا حکم آیا ہے۔

دوسرے شرم گاہوں سے متعلق فحش حرکات و سکنات، حیلے بہانے سے شرم گاہ ظاہر کرنا وغیرہ۔ یہ صنف مخالف کو مائل بہ گناہ کرنے کا سریع ترین طریقہ ہے۔ اس کے روکنے کے لیے حفظ فروج کا حکم آیا ہے۔

تیسرے بن ٹھن کر عشوہ و ادا دکھانا، اس کی برائی سے بچانے کے لیے اخفائے زینت کا حکم آیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

دلیل وشاہد

ہمارے تھیسز کے حق میں یہ بات یہاں سے معلوم ہو رہی ہے کہ یہاں عورت کو گھر میں ٹکے رہنے کا نہیں کہا گیا، بلکہ ان تین امور میں احتیاط برتنے کا حکم دیا گیا ہے۔ گویا اگر کوئی عورت ان امور کی پاس داری کرتے ہوئے معاشرے میں تعمیری وملی کام کرسکتی ہے تو اسے کم از کم ان آیات کے لحاظ سے شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ یعنی اس مقام میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے جو عورت کے دائرۂ کار کو متعین کرتی ہو۔

معاشرے میں مرد وعورت کے مابین تعلق میں خرابی کے پیدا ہونے کا امکان ان احکام کا سبب ہے، یہ حکم وضعی ہے۔ اس حکم کا تعلق جس قدر گھر میں رہ کر ہے، اسی قدر گھر سے باہر ہے۔ لہٰذا اسے عورت کے گھر سے باہر نکلنے میں مانع نہیں مانا جاسکتا، مثلاً جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'الحمو الموت'[۷] (دیور موت ہے) تو اس کے معنی ہر گز یہ نہیں ہیں کہ دیور کو گھر سے نکال دیا جائے، حالاں کہ اس فرمان کا سبب بھی وہی ہے جو حجاب کا ہے۔ اس لیے یہ مانع نہیں، بلکہ محض غایت احتیاط کا اسلوب ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے لیے کوئی وضعی یا تکلیفی حکم یہاں موجود نہیں ہے۔ یعنی یہاں کوئی ایسا مانع بیان نہیں ہوا کہ جس کی وجہ سے ہم عورت کو منع کرسکیں۔

دوسرا مقام

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَنْ تَاْکُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآئِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّهٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِکُمْ اَوْ مَا مَلَکْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِیْقِکُمْ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ مُبٰرَکَةً طَیِّبَةً کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ

---

[۷] عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِیاکُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَی النِّسَاءِ" فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: یا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَفَرَأَیْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: "الْحَمْوُ الْمَوْتُ". (مسلم، رقم ۵۲۳۲)

لَعَلَّكُمُ تَعُقِلُونَ. (۲۴: ۶۰-۶۱)

☆ نکاح کی توقع سے بڑی عمر والی خواتین، وہ دوپٹا یا چادر اتار سکتی ہیں، جو سینے پر زینت چھپانے کے لیے ڈالی گئی تھی، لیکن یہ بھی اس وقت کہ جب 'تبرج' پیش نظر نہ ہو۔ یہاں 'یُبُدِیُنَ' کے بجاے 'متبرجات' کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی دکھانے کے بھی ہیں اور مزین کرنے کے بھی، 'تبرج بزينة'، کے اس صورت میں دو معنی ممکن ہیں: ایک دکھانے کے معنی میں یہ 'یبدین' سے زیادہ شدت اپنے اندر رکھتا ہے۔ یعنی حیاداری کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اظہار زینت۔ التیفاشی (۱۹۸۰) نے لکھا ہے: 'وتبرج المرأة وهو تعرضها لأن تظهرَ وتُرىَ' (ص۱۹۹)۔ اگر ایسا ارادہ نہ ہو تو یہ کپڑا اتارنا منع نہیں ہے۔

دوسرے معنی سجنے کے ہیں، یعنی بناؤ سنگھار سے بن ٹھن جانا، یعنی اگر ان عورتوں نے بناؤ سنگھار یا زیبایش نہ کی ہو تو صرف اسی صورت میں گریبان سے دوپٹا ہٹا سکتی ہیں۔

☆ 'غَيُرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِيُنَةٍ' کا لفظ قرینہ ہے اس بات کا کہ:

o ایک یہ حکم 'وَلْيَضُرِبُنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوُبِهِنَّ' (النور۲۴: ۳۱) میں تخفیف ہے، کیونکہ وہ بھی زینت سے متعلق تھا اور یہ بھی زینت سے متعلق کیا گیا ہے۔ اور

o دوسرے یہ کہ زینت سے مراد جسم دکھانا نہیں ہے، محض حسن و جمال کا اظہار ہے۔ کیونکہ 'متبرج' برہنگی کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔

o 'غیر متبرجات' اسم صفت ہے جو وصف یا طرز عمل پر دلالت کرتا ہے، اور شدتِ عمل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

☆ دوستوں کے گھروں میں جا کر مل کر یا الگ الگ کھانے کی اجازت ہے۔ یہ بات ان الفاظ میں کہی گئی ہے: 'صَدِيُقِكُمُ لَيُسَ عَلَيُكُمُ جُنَاحٌ اَنُ تَاكُلُوُا جَمِيُعًا اَوُ اَشُتَاتًا'۔ قرینہ واضح ہے کہ مرد و عورت کے اختلاط کی بات ہو رہی ہے، لہٰذا اکٹھے اور الگ الگ کھانے کی مراد انھی صنفوں کا اجتماع و افتراق ہے۔

دلیل و شاہد

یہاں بھی کوئی ایسی بات موجود نہیں ہے جو دائرۂ کار کو متعین کرتی ہو۔ بلکہ یہاں مرد و زن کے پاکیزہ اختلاط پر مزید تائیدی احکام ہیں، جیسے کہ مل کر دوستوں کے گھر کھانا کھانا وغیرہ۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

یہاں بھی کوئی وضعی وتکلیفی اموعورت کے لیے بیرونی دائرۂ عمل کے لیے مانع نہیں بنتا۔ اگر کوئی مانع یہاں بیان ہوا ہے تو وہ 'تبرج الجاھلیت' ہے۔ جس کا تعلق 'وضع ثیاب' سے ہے نہ کہ گھر سے نکلنے سے۔

تیسرا مقام

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمۡ عَذَابًا مُّھِیۡنًا وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اکۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُھۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِیۡنًا یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡھِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِھِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ لَنُغۡرِیَنَّکَ بِھِمۡ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوۡنَکَ فِیۡھَاۤ اِلَّا قَلِیۡلًا مَّلۡعُوۡنِیۡنَ اَیۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَقُتِّلُوۡا تَقۡتِیۡلًا سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا. (۳۳: ۵۷-۶۲)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

یہ احکام منافقین کی طرف سے 'أذیۃ المومنین' کے ذیل میں آئے ہیں، یعنی اذیت سے بچنے کے لیے آیت ۵۹ میں 'فَلَا یُؤۡذَیۡنَ' سے یہی وجہ بتائی گئی ہے۔

☆ اسی اذیت سے بچنے کے لیے درج ذیل حکم دیا جا رہا ہے:

o جلباب کی قسم کی چادروں کا گھونگھٹ نکال لیں تاکہ پہچانی جائیں اور اذیت نہ دی جائے۔ اگر منافقین پھر بھی باز نہیں آئے، تو ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی اور مدینہ سے کھدیڑ دیے جائیں گے۔ اور وہ جہاں پائے مار ڈالے جائیں گے۔

☆ اوپر کے دونوں نکات سے اس حکم کی نوعیت دینی نہیں لگ رہی ہے، بلکہ ایک صورت حال سے نبٹنے کی لگ رہی ہے۔

☆ یہاں تمام مسلمان مراد نہیں ہیں، بس وہ مراد ہیں جن کو منافقین اذیت دے رہے تھے۔ 'ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ' کے الفاظ اس بات کا واضح ثبوت ہیں۔ اس اذیت کا ہدف غالباً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ سرکردہ مسلمان بھی تھے۔ جیسے ابوبکر وعمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم۔ ان کو بدنام کرنے سے اسلام بدنام ہو سکتا تھا کہ دیکھو اسلام نے ایسے لوگ تیار کیے ہیں، جن کی بیگمات یوں ہیں اور یوں ہیں۔ اس کا دوسرا مقصد مسلمانوں کو

اذیت دینا تھا، حاسد کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ عزت والے لوگوں کو بدنام کر کے اپنے حسد کے جذبے کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ اسی طرح اس سے مقصد فتنہ پیدا کرنا بھی تھا۔ منافق اپنے لیڈروں کی شہ پر یہ چاہتے تھے کہ اکابرین امت پر تہمت دھریں، جس سے وہ غصہ میں آ کر کوئی اقدام کریں گے، اور جھگڑا اور فساد پیدا ہوگا۔ جس سے مدینہ کی حکومت کمزور ہوگی۔ نتیجتاً اسلام کمزور ہوگا، اور اسے سیاسی اور سماجی زک پہنچے گی، اور دشمنان اسلام کو اس نئے مذہب کو کچلنے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن قرآن مجید نے اس کا بالکل الگ قسم کا حل تجویز کیا اور منافقین کی ساری پلاننگ ختم ہو کر رہ گئی۔

دلیل و شاہد

یہاں تو حیرت انگیز صورت سامنے آ رہی ہے۔ یعنی مسلمان خواتین پر الزامات لگ رہے ہیں۔ اور ان کے لیے باہر جانے میں عزت و ناموس پر تہمتیں لگنے کے خطرات موجود ہیں، تب بھی اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ گھروں سے کیوں نکلتی ہو۔ بس چادر لینے کا حکم دیا ہے تاکہ ایک علامت مقرر ہو جائے اور منافقین اپنی حرکتوں کے لیے بہانے نہ بنا سکیں۔ حالاں کہ اگر اسلام کا مزاج یہی تھا کہ عورت گھر میں ٹکی رہے تو بلاشبہ سب سے آسان راستہ یہ تھا کہ اسلام پابندی لگا دیتا۔ کم از کم اتنا ہی کہہ دیتا کہ کم نکلا کرو۔

یہاں وضع حکم یہ ہے کہ منافقین کی ایذا جلابیب کے استعمال کا سبب ہے۔ اور منافقین کی ریشہ دوانیوں سے بچنے کے لیے حکم تکلیفی یہ ہے کہ جلباب کو تعرف کے لیے استعمال کیا جائے، تاکہ منافقین کی طرف سے آنے والی ایذا سے بچا جا سکے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

چوتھا مقام

قرآن مجید کے ان تمام مقامات سے یہ بات واضح ہے کہ نامحرم عورت و مرد کو باہم ملتے وقت کچھ آداب سکھائے گئے ہیں جن کا تعلق زیادہ تر لباس اور اس سے متعلق احتیاط سے ہے یا رویوں اور ان میں حیا سوز حرکات و سکنات سے ہے۔ ان آداب کو قانونی شکل دے کر لازم کر دیا گیا ہے تاکہ ان سے انحراف نہ ہو اور معاشرہ اپنی پاکیزہ روی پر قائم رہے۔ ان آداب و احکام دینے ہی سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ مرد و عورت کا معاشرے میں اختلاط ہوگا، تبھی تو قانون سازی کی گئی ہے۔ وگرنہ اتنا ہی قانون کافی تھا کہ عورتیں مردوں کے سامنے آئیں ہی نہیں۔

ان آداب واحکام میں کہیں بھی کوئی ایسا حکم نہیں ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ عورت کو معاشرے میں اپنا کردار ادا کرنے سے روکا گیا ہو۔ اسے ان آداب میں رہتے ہوئے آنے جانے، اٹھنے بیٹھنے اور کام کاج میں کوئی قدغن نہیں ڈالی گئی ہے۔ البتہ قرآن مجید میں ایک حکم ایسا ہے جس سے یہ بات نکالی جاسکتی ہے۔ وہ حکم سورۂ احزاب کی درج ذیل آیات میں آیا ہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِکْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا. (۳۳: ۳۲-۳۴)

ان آیات میں ازواج مطہرات کو درج ذیل احکام دیے گئے ہیں:

- آواز میں لوچ پیدا نہ کریں، کہ دل میں منافقت کا روگ رکھنے والے کچھ طمع خام میں مبتلا ہو جائیں،
- سیدھی بات کریں،
- گھروں میں ٹکی رہیں، اور دورِ جاہلیت کے طریقے پر تبرج نہ کریں،
- نماز اور زکوٰۃ کا اہتمام کریں،
- اللہ اور رسول کی اطاعت کریں،
- قرآن میں دل لگائیں تاکہ اس کی آیات اور حکمت سے تذکیر حاصل ہو۔

ان احکام میں ایک حکم گھر میں ٹکے رہنے کا دیا گیا ہے۔ یہ حکم ازواج مطہرات کے لیے دیا گیا ہے۔ یہ 'یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ' (آیت ۳۲) اور 'اَهْلَ الْبَیْتِ' (آیت ۳۳) سے واضح ہے۔ لہٰذا 'قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ' کا حکم ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے۔ عام مسلمان عورتیں اس کی مکلف نہیں ہیں۔ علامہ الجصاص (۱۴۰۵ھ) نے ''احکام القرآن'' میں لکھا ہے: 'وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی وَقَرْنَ فِيْ بُیُوْتِکُنَّ رَوٰی هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ: قِیْلَ لِسَوْدَةِ بِنْتِ زَمْعَةَ' (۲۲۹/۵)۔ سودہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین میں سے ہیں۔

دورِ جدید میں بعض علما نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ ازواج مطہرات باقی امت کی عورتوں کے لیے اسوہ ہیں۔ یہ بات باقی امور میں درست ہے، لیکن اس حکم میں درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

'لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ' یعنی اس معاملے میں تم باقی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ لہٰذا گھر میں ٹکے رہنے کا یہ حکم امت کی دیگر عورتوں کے لیے ہرگز نہیں ہے۔

بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ عام ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں 'کُمۡ' یعنی مذکر مخاطب جمع کا صیغہ استعمال کر کے اسے عام کر دیا ہے، بلکہ یہ عورتوں کے لیے بھی خاص نہیں رہا، مرد بھی اس میں شامل ہو گئے ہیں۔ اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ اس گروہ کو عربی زبان کے اس اسلوب کی خبر نہیں ہے کہ اہل بیت کے بعد ضمیر مذکر جمع کی آتی ہے، خواہ اس میں ایک ہی بیوی مخاطب ہو، خواہ ایک سے زیادہ۔ دونوں صورتوں میں اس میں مرد شامل نہیں ہو سکتے۔ اس کی ایک مثال سیدہ سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے قرآن مجید ہی میں دیکھیے کیا الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِیۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ رَحۡمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیۡکُمۡ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ اِنَّہٗ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ. (ہود ۱۱: ۷۳)

''فرشتوں نے سیدہ سارہ سے کہا: کیا آپ اللہ کے حکم سے متعجب ہیں، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، آپ پر اے اہل بیت، اللہ تعالیٰ ستودہ صفات و بزرگی ہیں۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

دلیل و شاہد

قرآن مجید کے اس مقام سے ازواج مطہرات کے لیے بلاشبہ یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ انھیں ان کی خاص حیثیت کی وجہ سے یہ حکم دیا گیا تھا۔ وہ عام عورتوں سے کئی اعتبار سے ممتاز تھیں، جیسے مومنین کے لیے ان کی حرمت ماں جیسی قائم کی گئی۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کی نمایندہ تھیں، ان کی پاک بازی اور تہمت سے پاک ہونے پر نبی اکرم کی عظمت اور مسلمانوں کی پوری جماعت کی عزت منحصر تھی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ منافقین کی ریشہ دوانیوں سے انھیں بچانے کے لیے سخت قانون سازی بھی کر سکتے تھے، لیکن اس سے اسلام کو نقصان پہنچتا، اس لیے ازواج مطہرات پر پابندی لگائی گئی تاکہ کسی فتنہ و فساد کے بغیر ہی مسئلہ حل ہو جائے۔ دوسری طرف منافقین کو یہ کہا گیا کہ وہ اب بھی اگر باز نہ آئے تو ان پر شدید گرفت کی جائے گی اور ان کو دیس نکالا دے دیا جائے گا۔

اس مقام سے بھی ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ عورت کو مطلقاً معاشرتی کاموں میں آنے جانے سے روکا گیا ہو۔ یہاں ایک حکم تکلیفی 'قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ' کے لیے منافقین کی موجودگی ایک مانع ہے۔

لیکن یہ مانع اس وقت کے لیے خاص ہے جب وہ منافقین موجود تھے، جو ازواج مطہرات کے لیے دل میں برائی رکھتے تھے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ منافقین کا تعلق ہے ہی عہد نبوت سے۔ آج کون ہوگا جس کو ستانے والے کو منافق کہا جائے گا۔ اس لیے کہ پورا امکان ہے کہ جس کو ستایا جا رہا ہے وہ خود غلط ہو۔

مجموعی تبصرہ

ان تمام احکام میں جن کا ہم نے اوپر مطالعہ کیا ہے اگر حکم وضعی کی طرز پر (ذرا وسعت کے ساتھ، یعنی حکم اور سیاق و سباق کے اعتبار کیے بغیر) عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے مانع کو اخذ کیا جائے تو وہ درج ذیل چیزیں وضعیت کا امکان رکھتی ہیں:

۱۔ منافقین کی موجودگی

۲۔ تقویٰ

۳۔ حیا

۴۔ تزکیہ

۵۔ تہمت

۶۔ ابدائے زینت

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

پہلی چیز آج موجود ہی نہیں ہے۔ جبکہ باقی تمام امور مانع نہیں ہیں۔ بلکہ دین کے مطالبات کی علت اور مقاصد ہیں۔ جن لوگوں نے انھیں مانع قرار دیا ہے، وہ شریعت کے مزاج سے اور اصول فقہ کا صحیح اطلاق نہیں کر سکے۔ وگرنہ یہ امور آج تک کسی عالم نے بطور مانع بیان ہی نہیں کیے۔ مثلاً کیا کسی نے لکھا ہے کہ تقویٰ نماز کے لیے وضعی ہے؟ ہاں یہ چیزیں بطور مقصود و مطلوب زیر بیان آئی ہیں۔ ابدائے زینت البتہ عورت کے دائرۂ کار سے متعلق مانع تو ہرگز نہیں ہے، لیکن یہ گریبان پر کپڑا لینے کا سبب ضرور ہے۔

فصل: حدیث اور عورت کا دائرۂ کار

اس فصل میں ہم ان احادیث کا تذکرہ کریں گے، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں عورت زندگی کے ہر

میدان میں کام کرتی رہی ہے۔ میری نظر سے اس موضوع پر سینکڑوں حدیثیں گزری ہیں، لیکن یہاں مقالے کی تنگ نائے کی وجہ سے چند ایک کا ذکر کروں گا تاکہ ابلاغ مدعا کے لیے اور میرے تھیسز کے ثبوت کے لیے مواد فراہم ہو سکے۔

احادیث اور عورت کا دائرۂ کار

احادیث میں بے شمار ایسے واقعات ریکارڈ پر موجود ہیں، جن سے نبی اکرم اور صحابہ کے عہد میں عورت کی وہ صورت نظر نہیں آتی، جو آج کل ہمارے مذہبی تصور کے مطابق ہونی چاہیے۔ ذیل کی سطور میں ہم ان واقعات میں سے چند ایک ذکر کریں گے، جس سے یہ اندازہ لگانا ممکن ہوگا کہ عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ میں عورت معاشرے میں کس قسم کی آزادی رکھتی تھی، اور اس پر کس قسم کی پابندیاں تھیں۔ ان احادیث کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوگی کہ ہمارا دینی تصور دراصل نہ قرآن سے بنا ہے اور نہ احادیث سے، بلکہ محض اپنے یا علاقائی تصورات پر قائم ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

نامحرم مرد و زن کی باہم علیک سلیک اور اکٹھے ہو کر کوئی کام کرنا

صحیح بخاری کتاب الجمعۃ، میں ’بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: (فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ)‘ میں یہ حدیث وارد ہے:

۱۔ حَدَّثَنِي أَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كَانَتْ فِيْنَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلٰى أَرْبِعَاءَ فِيْ مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا، فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ تَنْزِعُ أُصُوْلَ السِّلْقِ، فَتَجْعَلُهُ فِيْ قِدْرٍ، ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيْرٍ تَطْحَنُهَا، فَتَكُوْنُ أُصُوْلُ السِّلْقِ عَرْقَهُ، وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ، فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتُقَرِّبُ ذٰلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا، فَنَلْعَقُهُ وَكُنَّا نَتَمَنّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ. (بخاری، رقم ۹۳۸)

’’ابو حازم سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ سہل کہتے ہیں کہ ہمارے ادھر ایک خاتون تھیں، وہ اپنے کھیت کے نالوں (کھالیوں) میں چقندر بوتی تھی، تو جمعہ کے دن وہ ان کی جڑوں کو (یعنی چقندر کو) اکھاڑ لاتی، پھر اسے ایک ہنڈیا میں چڑھاتی، پھر پسے ہوئے مٹھی بھر جو ان میں ڈال دیتی، اس کھانے میں چقندر ہڈیوں یا بوٹیوں کا کام کرتے۔ ہم جمعہ کی نماز سے پلٹتے تو اس عورت کو آ کر سلام کہتے، اور وہ اس کھانے کو ہمارے قریب کرتی تو ہم اسے (انگلیوں سے لگا لگا

کر) چاٹ لیتے، ہمارا حال یہ تھا کہ اس کے اس کھانے
کی وجہ سے جمعہ کا شدت سے انتظار کرتے۔‘‘

دلیل و شاہد

اس حدیث میں ایک سے زیادہ مردوں کا جمعہ کے بعد ایک عورت کے پاس جا کر بیٹھنا اور کھانا کھانا معلوم ہوتا ہے۔ یہ چیز آج ہمارے دینی تصور سے بہت مختلف ہے۔ یعنی مرد و عورت کا پاکیزہ طریقے سے باہم اختلاط ہوتا تھا۔ واضح رہے کہ اسی حدیث پر ’’کتاب الاستئذان‘‘ میں امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے، وہ یہ ہے کہ مرد عورتوں کو اور عورتیں مردوں کو سلام کر سکتی ہیں: (بَابُ تَسْلِیمِ الرِّجَالِ عَلَی النِّسَاءِ، وَالنِّسَاءِ عَلَی الرِّجَالِ)۔

مرد و عورت کی باہم میل ملاقات اور مشاورت

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۲۔عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: قَالَ لِي أَبُو قِلَابَةَ: أَلَا تَلْقَاهُ فَتَسْأَلَهُ؟ قَالَ فَلَقِيتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ، وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْأَلُهُمْ: مَا لِلنَّاسِ، مَا لِلنَّاسِ؟ مَا هٰذَا الرَّجُلُ؟ فَيَقُولُونَ: يَزْعُمُ أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَهُ، أَوْحَى إِلَيْهِ، أَوْ: أَوْحَى اللّٰهُ بِكَذَا، فَكُنْتُ أَحْفَظُ ذٰلِكَ الْكَلَامَ، وَكَأَنَّمَا يُقَرُّ فِي صَدْرِي، وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِإِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ، فَيَقُولُونَ: اتْرُكُوهُ وَقَوْمَهُ، فَإِنَّهُ إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ، فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ أَهْلِ الْفَتْحِ، بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِإِسْلَامِهِمْ، وَبَدَرَ أَبِي قَوْمِي بِإِسْلَامِهِمْ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا، فَقَالَ: صَلُّوا صَلٰوةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا، وَصَلُّوا صَلٰوةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا. فَنَظَرُوا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّي، لِمَا كُنْتُ أَتَلَقَّى مِنَ الرُّكْبَانِ، فَقَدَّمُونِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ، وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِينَ، وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ، كُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّي، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْحَيِّ: أَلَا تُغَطُّوا عَنَّا اسْتَ قَارِئِكُمْ؟ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوا لِي قَمِيصًا، فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ فَرَحِي بِذٰلِكَ الْقَمِيصِ. (بخاری، رقم ۴۳۰۲)

’’عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ مجھے ابو قلابہ نے کہا کہ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ تم اس سے مل کر پوچھ لو۔ تو کہتے ہیں کہ میں ان سے ملا اور ان سے پوچھا تو کہنے لگے کہ ہم جس (پانی) کنوئیں کے پاس مقیم تھے، وہ لوگوں کی گزرگاہ پر تھا۔

ہمارے پاس سے شتر سوار گزرتے تھے، تو ہم ان مسافروں سے لوگوں کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے کہ ان کے کیا حال ہیں؟ اور ان کی کیا خبریں ہیں؟ اور یہ بھی پوچھتے کہ اس شخص کا کیا معاملہ ہے؟ تو وہ کہتے کہ وہ اپنے بارے میں یہ خیال کرتا ہے کہ اسے اللہ نے مبعوث کیا ہے اور اس کی طرف اپنی وحی بھیجی ہے۔ یا یہ کہتے کہ یہ اور یہ وحی اس پر اتری ہے (یعنی کچھ آیات سنا کر کہتے کہ اب اس پر یہ وحی آئی ہے)۔ میں اس کلام کو یاد کر لیتا۔ یوں لگتا تھا کہ گویا وہ کلام میرے سینے میں اتار دیا جاتا تھا۔ عرب اسلام لانے کے لیے فتح (فیصلے) کا انتظار کر رہے تھے کہ نبی اکرم اور ان کی قوم کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ اگر یہ شخص اپنی قوم پر غالب آ گیا تو پھر (یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ) یہ سچا رسول ہے۔ چنانچہ جب فتح مکہ کا واقعہ ہوا تو تمام لوگ اسلام میں تیزی سے داخل ہونے لگے۔ میرے والد میری قوم کے مقابلے میں پہلے اسلام لائے، اور واپس آ کر اپنی قوم سے بولے کہ میں تم لوگوں کے پاس سچے نبی سے مل کر آیا ہوں، انھوں نے کہا ہے کہ فلاں وقت میں یہ اور ایسی نماز پڑھنی ہے اور فلاں وقت میں یہ اور یوں نماز پڑھنی ہے۔ تو جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے اور جسے قرآن سب سے زیادہ آتا ہو، وہ امامت کرائے۔ تو جب انھوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن کو جاننے والا کوئی نہ تھا، کیونکہ میں شتر سواروں سے سیکھا کرتا تھا۔ تو انھوں نے مجھے امامت کے لیے اپنے آگے کھڑا کر لیا، جبکہ میں صرف چھ سات برس کا تھا۔ میری ایک ہی چادر تھی، جب میں سجدے میں جاتا تو وہ اکٹھی ہو جاتی۔ تو قبیلے کی ایک عورت نے یہ صورت دیکھ کر کہا کہ اپنے اس قاری کی شرم گاہ کو ہم سے کیوں نہیں چھپاتے؟ تو پھر انھوں نے میرے لیے ایک کپڑا خریدا اور اس سے کاٹ کر میری قمیض بنائی، میں کسی چیز سے کبھی اتنا خوش نہیں ہوا جتنا اس قمیض سے ہوا۔“

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

دلیل و شاہد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فتح مکہ کے بعد بھی جبکہ پردے کے احکام اترے عرصہ بیت گیا تھا۔ عورتیں مسجد میں آتیں، اور نہ صرف آتیں، بلکہ مردوں کو مشورے بھی دیتی تھیں۔

مسجد میں عورتوں کا مردوں کے ہمراہ ہونا

اس قسم کے بے شمار واقعات احادیث کی کتب میں وارد ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نامحرم مرد اور عورتیں مسجد میں آتے، ایک دوسرے سے بات چیت کرتے تھے۔ مثلاً:

۳۔ عنِ بْنِ شهاب اَخبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ،   ”ابن شہاب کہتے ہیں کہ عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا

أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ تَقُوْلُ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْفِتْنَةَ الَّتِي يُفْتَنُ بِهَا الْمَرْءُ فِي قَبْرِه، فَلَمَّا ذَكَرَ ذٰلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّةً حَالَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ أَنْ أَفْهَمَ كَلَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا سَكَنَتْ ضَجَّتُهُمْ قُلْتُ لِرَجُلٍ قَرِيْبٍ مِنِّي: أَيْ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، مَاذَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ قَوْلِهِ؟ قَالَ: ''قَدْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ قَرِيْبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ''.
(سنن النسائی، رقم ۲۰۶۲)

کہ انھوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اسماء رضی اللہ عنہا کو سنا کہ وہ بتارہی تھیں کہ آپ کھڑے ہو کر لوگوں کو قبر کے فتنوں کے بارے میں بتا رہے تھے جو آدمی کو قبر میں لاحق ہوں گے۔ جب آپ نے یہ باتیں بتائیں تو لوگ روتے ہوئے چیخنے لگے، ان کی چیخیں میرے سننے میں رکاوٹ بن گئیں کہ میں آپ کا کلام سمجھ سکوں۔ جب ان کا شور تھما، تو میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے کہا: اے بھائی، اللہ تمھارا بھلا کرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بات کیا کہی تھی؟ تو اس آدمی نے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے وحی سے یہ بتایا گیا ہے کہ تم لوگ دجال کے فتنے کے قریب آنے پر قبروں میں آزمائے جاؤ گے۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

دلیل وشاہد

اس حدیث میں یہ معلوم ہو رہا ہے کہ خطبۂ نبوی سنتے وقت مرد اور عورتیں قریب قریب بیٹھے تھے۔

میاں بیوی کا لعان غیر مردوں کے سامنے

اس حدیث کو بیان کرتے وقت امام بخاری رحمہ اللہ نے باب ہی یہ باندھا ہے کہ 'باب القضاء واللعان في المسجد بين الرجال والنساء'، یعنی لعان اور اس کا فیصلہ مسجد میں مردوں اور عورتوں کے سامنے۔

۴۔عن سهل بن سعد، أن رجلاً قال: يا رسول الله، أرأيت رجلاً وجد مع امرأته رجلاً أيقتله؟ فتلاعنا في المسجد وأنا شاهد. (بخاری، رقم ۴۲۳)

''سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کا کیا حکم ہوگا، اگر کوئی آدمی کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھے، تو آیا اسے قتل کر دے۔ تو (آپ کے فیصلے کے مطابق) ان دونوں میاں بیوی نے مسجد میں لعان کیا اور سہل کہتے ہیں کہ میں وہاں موجود (یہ کارروائی دیکھ رہا) تھا۔''

دلیل وشاہد

اس حدیث کے مطابق آپ نے عورت کی موجودگی کی وجہ سے مردوں کو مسجد سے نہیں نکالا۔ بلکہ ان کی موجودگی میں ہی جنس سے متعلق ایک معاملے میں مقدمے کا فیصلہ کیا اور پھر ان سے لعان کرایا۔

عورت کی مسجد میں سکونت

۵۔عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ وَلِيدَةً كَانَتْ سَوْدَاءَ لِحَيٍّ مِنَ العَرَبِ، فَأَعْتَقُوهَا، فَكَانَتْ مَعَهُمْ، قَالَتْ: فَخَرَجَتْ صَبِيَّةٌ لَهُمْ عَلَيْهَا وِشَاحٌ أَحْمَرُ مِنْ سُيُورٍ، قَالَتْ: فَوَضَعَتْهُ – أَوْ وَقَعَ مِنْهَا – فَمَرَّتْ بِهِ حُدَيَّاةٌ وَهُوَ مُلْقًى، فَحَسِبَتْهُ لَحْمًا فَخَطِفَتْهُ، قَالَتْ: فَالْتَمَسُوهُ، فَلَمْ يَجِدُوهُ، قَالَتْ: فَاتَّهَمُونِي بِهِ، قَالَتْ: فَطَفِقُوا يُفَتِّشُونَ حَتَّى فَتَّشُوا قُبُلَهَا، قَالَتْ: وَاللّٰهِ إِنِّي لَقَائِمَةٌ مَعَهُمْ، إِذْ مَرَّتِ الْحُدَيَّاةُ فَأَلْقَتْهُ، قَالَتْ: فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ، قَالَتْ: فَقُلْتُ هٰذَا الَّذِي اتَّهَمْتُمُونِي بِهِ، زَعَمْتُمْ وَأَنَا مِنْهُ بَرِيئَةٌ، وَهُوَ ذَا هُوَ، قَالَتْ: فَجَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَتْ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكَانَ لَهَا خِبَاءٌ فِي المَسْجِدِ – أَوْ حِفْشٌ – قَالَتْ: فَكَانَتْ تَأْتِينِي فَتَحَدَّثُ عِنْدِي، قَالَتْ: فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِي مَجْلِسًا، إِلَّا قَالَتْ:

وَيَوْمَ الوِشَاحِ مِنْ أَعَاجِيبِ رَبِّنَا ...أَلَا إِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الكُفْرِ أَنْجَانِي

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ لَهَا مَا شَأْنُكِ، لَا تَقْعُدِينَ مَعِي مَقْعَدًا إِلَّا قُلْتِ هٰذَا؟ قَالَتْ: فَحَدَّثَتْنِي بِهٰذَا الحَدِيثِ. (بخاری، رقم ۴۳۹)

’’سیدہ عائشہ فرماتی ہیں، عربی قبیلے کی ایک سیاہ فام لونڈی تھی، جسے انھوں نے آزاد کر دیا ہوا تھا، لیکن وہ ان کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ تو ایک دن اسی قبیلے کی ایک بچی اس آزاد کردہ لونڈی کے پاس آئی، اس نے سرخ لڑیوں والا ہار پہنا تھا۔ اس بچی نے وہ ہار اتارا یا خود ہی گر گیا تھا۔ تو جب وہ ہار نیچے گرا ہوا تھا، تو ایک چیل آئی، اس نے اسے گوشت خیال کر کے جھپٹا مارا اور لے اڑی۔ قبیلے والوں نے وہ ہار بہت ڈھونڈا پر نہ ملا۔ جب وہ ہار نہ ملا تو انھوں نے اس کا الزام میرے اوپر لگا دیا، اور میری تلاشی لینے لگے۔ حتیٰ کہ میری حیا والی جگہ کی بھی تلاشی لی۔ ابھی میں تلاشی کے بعد ان کے پاس ہی کھڑی تھی کہ اچانک وہی چیل پھر آئی اور اس نے وہ ہار زمین پر گرا دیا، اور وہ ان کے درمیان میں آ گرا۔ تو میں نے ان سے کہا کہ یہ رہا وہ ہار جس کا تم مجھے الزام دے رہے تھے، جبکہ میں اس سے بری ہوں۔ اب اسے سنبھال لو۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور مسلمان ہو گئی۔ حضرت عائشہ فرماتی

ہیں کہ اس کا مسجد میں خیمہ یا کٹیا تھی (جس میں وہ رہتی تھی)۔ وہ میری پاس آتی تو مجھ سے باتیں کرتی، اور جب بھی میرے پاس بیٹھتی تو یہ شعر ضرور پڑھتی (جس کا ترجمہ ہے):

ہار والا دن میرے رب کے کرشموں میں سے ہے

سنو، اللہ نے مجھے کفر کی بستی سے نکالا ہے

تو سیدہ عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے، تم جب بھی میری پاس آتی ہو یہ شعر ضرور پڑھتی ہو۔ تو پھر اس نے یہ (ہار اور چیل والی) کہانی مجھے سنائی۔''

دلیل و شاہد

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک اکیلی عورت مسجد میں خیمہ یا کٹیا میں سوتی تھی، امام بخاری نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے، وہ عورت کا مسجد میں سونا ہے۔

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

لباس کی ایک مشکل کے باوجود عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہیں روکا گیا

٦۔عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِيْ أُزُرِهِمْ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ، وَيُقَالُ لِلنِّسَاءِ: لَا تَرْفَعْنَ رُءُوْسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا. (بخاری، رقم ٣٦٢)

''سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچوں کے کپڑا باندھنے کی طرح اپنی تہ بند گردن سے باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ اس لیے عورتوں سے کہا جاتا تھا کہ وہ اس وقت تک اپنے سر نہ اٹھائیں جب تک کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ نہ جائیں۔''

دلیل و شاہد

ہجرت کے بعد، اور ویسے بھی صحراے عرب کے بادیہ نشین ہونے کی وجہ سے صحابہ غربت اور تنگ دستی کی حالت میں تھے۔ اس لیے ان میں سے بہتوں کے پاس ایک ہی چادر ہوتی تھی، جسے وہ یوں باندھ لیتے تھے کہ بدن اور ستر دونوں ڈھک جائیں۔ لیکن سجدہ میں چادروں کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے ستر عریاں ہو جاتا تھا۔ اس لیے عورتوں کو سجدہ سے سر اٹھانے میں دیر کرنے کا حکم ملا۔ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ویسی علیحدگی ہوتی جیسا ہم آج دین کا حکم سمجھتے ہیں تو یقیناً آسان حکم یہ تھا کہ عورتیں مسجد ہی میں نہ آیا کریں۔ تو باوجود اس کے کہ معاملہ مردوں کے ستر کے

کھلنے کا تھا، ـــــ اور معلوم ہے کہ صنفی امور ہی وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ ہی سے مرد و عورت کو علیحدہ رکھا جاتا ہے، ـــــ عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہیں روکا گیا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک عورت کو خود آمادۂ گفتگو کرنا

۷۔عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ أَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ، فَرَآهَا لَا تَكَلَّمُ، فَقَالَ: مَا لَهَا لَا تَكَلَّمُ؟ قَالُوا: حَجَّتْ مُصْمِتَةً، قَالَ لَهَا: تَكَلَّمِي، فَإِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ، هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَكَلَّمَتْ، فَقَالَتْ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: امْرُؤٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، قَالَتْ: أَيُّ الْمُهَاجِرِينَ؟ قَالَ: مِنْ قُرَيْشٍ، قَالَتْ: مِنْ أَيِّ قُرَيْشٍ أَنْتَ؟ قَالَ: إِنَّكِ لَسَئُوْلٌ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ، قَالَتْ: مَا بَقَاؤُنَا عَلٰى هٰذَا الْأَمْرِ الصَّالِحِ الَّذِي جَاءَ اللّٰهُ بِهِ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالَ: بَقَاؤُكُمْ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ أَئِمَّتُكُمْ، قَالَتْ: وَمَا الْأَئِمَّةُ؟ قَالَ: أَمَا كَانَ لِقَوْمِكِ رُءُوسٌ وَأَشْرَافٌ، يَأْمُرُونَهُمْ فَيُطِيعُونَهُمْ؟ قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: فَهُمْ أُولٰئِكِ عَلَى النَّاسِ.

(بخاری، رقم ۳۸۳۴)

''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قبیلہ احمس کی ایک خاتون کے پاس تشریف لے گئے، جس کا نام زینب تھا، انھوں نے دیکھا کہ وہ کوئی بات ہی نہیں کر رہی ہے۔ تو انھوں نے کہا: اس کو کیا ہے بولتی نہیں ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ خاموش حج کی نیت سے آئی ہے۔ ابوبکر صدیق نے اس سے کہا: باتیں کرو، خاموش حج جائز نہیں ہے، یہ اسلام سے پہلے کی باتیں ہیں۔ تو وہ باتیں کرنے لگی۔ اس نے آپ سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں مہاجرین میں سے ہوں۔ اس خاتون نے کہا: کن مہاجرین میں سے؟ آپ نے کہا: قریشیوں میں سے۔ اس نے کہا: قریش کے کس گھرانے میں سے؟ آپ نے کہا: تم تو بہت سوال کرتی ہو۔ میں ابوبکر ہوں۔ تو اس عورت نے کہا کہ ہم اس خیر پر کب تک رہیں گے جو اللہ نے جاہلیت کے بعد ہمیں عطا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس خیر پر اس وقت تک قائم رہو گے، جب تک تمھارے ائمہ تم کو اس پر قائم رکھ پائیں گے۔ اس نے کہا: یہ ائمہ کیا ہوتے ہیں؟ آپ نے کہا: کیا تمھاری قوم کے سردار اور اشراف نہیں ہیں، جو لوگوں کو حکم دیتے اور وہ ان کی اطاعت کرتے ہیں؟ عورت نے کہا: ہاں، ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں، یہی وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے ائمہ ہیں۔''

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

دلیل و شاہد

ابوبکر صدیق اور وہ خاتون دونوں نامحرم تھے، لیکن انھوں نے باہم گفتگو کی، واقعہ کی تفصیلات سے معلوم ہو رہا ہے

کہ ابوبکر صدیق اور وہ خاتون کافی دیر مجلس میں رہے تبھی تو ان کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ بات کیوں نہیں کر رہیں، یقیناً ابوبکر صدیق نے قرآن کے بتائے ہوئے آداب کا خیال رکھتے ہوئے اس کے بارے میں یہ اندازہ لگایا ہوگا۔

عورت اور زراعت و باغبانی

صحیح مسلم میں ایک طلاق یافتہ عورت کی زراعت کے بارے میں ایک واقعہ یوں ملتا ہے، جو عدت کے دوران ہی پھل وغیرہ توڑنے کی اجازت طلب کرتی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اجازت دے دیتے ہیں۔

۸۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ: طُلِّقَتْ خَالَتِيْ، فَأَرَادَتْ أَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا، فَزَجَرَهَا رَجُلٌ أَنْ تَخْرُجَ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بَلٰى فَجُدِّيْ نَخْلَكِ، فَإِنَّكِ عَسٰى أَنْ تَصَدَّقِيْ، أَوْ تَفْعَلِيْ مَعْرُوْفًا. (رقم ۱۴۸۳)

’’جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق ہوئی، اس نے چاہا کہ وہ اپنے باغ کی کھجوریں برداشت کریں، تو ایک آدمی نے میری خالہ کو ڈانٹتے ہوئے گھر سے نکلنے سے روکا۔ تو میری خالہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو آپ نے اس کی بات سن کر فرمایا: ہاں ہاں تم اپنے باغ سے پھل توڑو، جس کے بعد امید ہے تم صدقہ وزکوٰۃ بھی دوگی یا تم کوئی اور بھلا کام کروگی۔‘‘

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

دلیل و شاہد

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورت کا کام کاج کے لیے نکلنے میں کوئی عیب نہیں ہے، یہاں تو صورت حال یہ ہے کہ عام حالات میں تو جائز ہونا الگ رہا، طلاق کی عدت کے دوران میں بھی ایسا ہوسکتا ہے، یہ نہایت اہم ہے۔

ابراہیم رضی اللہ عنہ کا دایا کے گھر آنا جانا

۹۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وُلِدَ لِي اللَّيْلَةَ غُلَامٌ، فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ ثُمَّ دَفَعَهُ إِلٰى أُمِّ سَيْفٍ، امْرَأَةِ قَيْنٍ يُقَالُ لَهُ أَبُوْ سَيْفٍ، فَانْطَلَقَ يَأْتِيْهِ وَاتَّبَعْتُهُ، فَانْتَهَيْنَا إِلٰى أَبِيْ سَيْفٍ وَهُوَ يَنْفُخُ بِكِيْرِهِ، قَدِ امْتَلَأَ الْبَيْتُ دُخَانًا، فَأَسْرَعْتُ

الْـمَشْـىَ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا سَيْفٍ أَمْسِكْ، جَاءَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمْسَكَ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّبِيِّ، فَضَمَّهُ إِلَيْهِ.... (مسلم، رقم ۲۳۱۵)

''انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات میرے بیٹا ہوا ہے، میں نے اس کا نام اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کے نام پر رکھا ہے۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے ابراہیم کو ام سیف کے سپرد کر دیا، جو ایک لوہار کی بیوی تھی، جس کا نام ابوسیف تھا۔ تو آپ اس خاتون کے پاس آتے جاتے تھے، میں بھی آپ کے ساتھ وہاں جاتا، تو جب ہم وہاں پہنچتے تو ابو یوسف کے پاس آتے، جو اپنی انگیٹھی میں دھونک رہا ہوتا تھا، اور پورا گھر دھوئیں سے بھرا ہوتا تھا، تو میں نبی اکرم سے آگے آگے تیز چلتا اور ابو یوسف کو کہتا کہ ذرا رک جاؤ رسول اللہ تشریف لاتے ہیں۔ آپ جب آتے تو بچے کو طلب کرتے اور اسے سینے سے لگاتے تھے...۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

دلیل وشاہد

ایک دایا کے ساتھ معاملہ کیا گیا، اور پیغمبر اسلام اور انس بن مالک ان کے گھر جاتے تھے۔ حالاں کہ یہ معاملہ خواتین کے ذریعے سے بھی ہو سکتا تھا۔

نامحرم کی تیمارداری

۱۰۔عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ، امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِمْ، بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ طَارَ لَهُمْ فِي السُّكْنٰى، حِيْنَ اقْتَرَعَتِ الْأَنْصَارُ عَلٰى سُكْنَى الْمُهَاجِرِيْنَ، قَالَتْ أُمُّ الْعَلَاءِ: فَاشْتَكٰى عُثْمَانُ عِنْدَنَا فَمَرَّضْتُهُ حَتّٰى تُوُفِّيَ، وَجَعَلْنَاهُ فِيْ أَثْوَابِهِ.... (صحیح بخاری، رقم ۳۹۲۹)

''خارجہ بن زید کہتے ہیں کہ ام علاء انصار کی ایک خاتون جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اسلام کی بیعت کی تھی، نے بتایا کہ جب انصار کے لیے مہاجرین کے بارے میں سکونت کا قرعہ ڈالا گیا تو عثمان بن مظعون کی سکونت کا قرعہ ان کے گھرانے کے نام نکلا تھا، ام علاء نے بتایا کہ عثمان ان کے ہاں آ کر بیمار ہو گئے، تو میں نے ان کی وفات تک ان کی تیمارداری کی...۔''

دلیل وشاہد

ایک نامحرم آدمی کی تیمارداری ایک عورت نے کی اور وفات تک کرتی رہیں۔

باہر کے روزمرہ کے کام

۱۱۔عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: تَزَوَّجَنِي الزُّبَيْرُ، وَمَا لَهُ فِي الْأَرْضِ مِنْ مَالٍ وَلَا مَمْلُوكٍ، وَلَا شَيْءٍ غَيْرَ نَاضِحٍ وَغَيْرَ فَرَسِهِ، فَكُنْتُ أَعْلِفُ فَرَسَهُ وَأَسْتَقِي الْمَاءَ، وَأَخْرِزُ غَرْبَهُ وَأَعْجِنُ، وَلَمْ أَكُنْ أُحْسِنُ أَخْبِزُ، وَكَانَ يَخْبِزُ جَارَاتٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ، وَكُنَّ نِسْوَةَ صِدْقٍ، وَكُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي أَقْطَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِي، وَهِيَ مِنِّي عَلٰى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ، فَجِئْتُ يَوْمًا وَالنَّوَى عَلٰى رَأْسِي، فَلَقِيتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَدَعَانِي ثُمَّ قَالَ: إِخْ إِخْ لِيَحْمِلَنِي خَلْفَهُ، فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسِيرَ مَعَ الرِّجَالِ، وَذَكَرْتُ الزُّبَيْرَ وَغَيْرَتَهُ وَكَانَ أَغْيَرَ النَّاسِ، فَعَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي قَدِ اسْتَحْيَيْتُ فَمَضَى....

(بخاری، رقم ۵۲۲۴)

’’ابوبکر صدیق کی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہما کہتی ہیں کہ زبیر رضی اللہ عنہ نے جب مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس سوائے ایک اونٹ اور گھوڑے کے کوئی مال تھا اور نہ غلام۔ میں اس گھوڑے کو چارہ ڈالتی، اور پانی پلاتی تھی، میں مشکیزے کی مرمت کرتی، آٹا گوندھتی، لیکن میں روٹی صحیح نہیں بناتی تھی، انصاری ہمسائیاں مجھے روٹی بنا دیتی تھیں، وہ نہایت راست باز خواتین تھیں۔ اور میں زبیر کی اس زمین سے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دی تھی، وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں سر پر اٹھا کر گھر لاتی تھی، وہ زمین ہمارے گھر سے دو تہائی فرسخ (دو میل) کے فاصلے پر تھی۔ تو ایک دن میں آ رہی تھی، اور گٹھلیاں میرے سر پر تھیں، تو میں راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی، آپ کے ہمراہ انصار کا ایک گروہ تھا۔ آپ نے مجھے دیکھا تو اپنی طرف بلایا، پھر اونٹ کو بیٹھنے کی آواز منہ سے نکالی کہ مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیں۔ میں اس بات سے شرمائی کہ اتنے مردوں کے ہمراہ سفر کروں۔ اور مجھے زبیر اور ان کی غیرت کا خیال آیا، وہ بہت غیرت مند آدمی تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ میں شرما رہی ہوں تو آپ مجھے ساتھ بٹھائے بغیر آگے چل دیے....‘‘

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

دلیل وشاہد

اس حدیث میں تین باتیں ہیں:

- o عورت کھیتی باڑی کے لیے دو میل تک کا سفر اکیلے کرتی ہے۔
- o وہ مشکل اور مشقت بھرے کام کرتی ہے۔
- o رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے مردوں کے ہمراہ ہونے کے باوجود انھیں ساتھ بٹھانا چاہتے ہیں۔

مجموعی تبصرہ

کسی بات کے ثبوت کے لیے ایک ہی نص بھی کافی ہوتی ہے۔ اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں، جو کتب حدیث میں وارد ہیں، ہم نے اختصار کے پیش نظر صرف گیارہ احادیث کا حوالہ دیا ہے۔ جو اس بات کے ثبوت کے لیے کافی سے بھی زیادہ ہیں کہ اسلامی معاشرے میں عورت آداب واحکام الٰہی کا خیال رکھتے ہوئے کام کاج کر سکتی اور گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔

نصوص قرآنی سے ہمارے استنباط کردہ نتائج فکر کی ان احادیث سے تائید ہوتی ہے۔ ہم نے نصوص قرآنی سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ عورت کو گھر کے دائرۂ عمل میں بند نہیں کیا گیا، صرف اتنا کیا گیا ہے کہ باہر کا دائرۂ عمل کھلا رکھتے ہوئے کچھ آداب واحتیاط کے احکام دیے گئے ہیں۔

قرآن وحدیث سے مطابقت ہمارے نقطۂ نظر کی صحت کی علامت ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ 'قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ' کا حکم دراصل ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے اور 'جلابیب' کے گھونگھٹ نکالنے والا حکم ایک خاص وقتی حل کے لیے دیا گیا تھا۔ عام عورتوں کے لیے ضابطہ بس وہی ہے جو سورۂ نور میں بیان ہوا ہے۔ وگرنہ ان احادیث میں ایسے واقعات اس کثرت سے نہ آئے ہوتے۔

فصل ثالث

عورت، عمل اور توازن

اسلام میں چونکہ مالی بوجھ اصلاً شوہر پر ڈالا ہے۔ ان سے یہ مطالبہ شرعی طور پر کرنا مطلوب نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اگر

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اپنی کسی صلاحیت، شوق یا ضرورت کے پیش نظر میدان عمل میں آنا چاہیں تو ان کو کچھ امور کا خیال رکھنا ہے۔

پہلا ادب: لباس وحجاب کی پاک بازی

وہ احکام جن کا قرآن مجید اور سنت میں عمل کرنے کا کہا گیا ہے، ان کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اس ضمن میں لباس کے احکام اور مردوں کے سامنے جاتے وقت احتیاط کے جو احکامات دیے گئے ہیں، ان کا خیال رکھا جائے۔ اس میں کچھ امور کی تعلیم احادیث سے بھی ملتی ہے۔ جو اپنے مزاج اور روح میں قرآن ہی سے پھوٹے ہیں۔ جیسے آپ کا یہ فرمان کہ عورتیں خوشبو لگا کر مردوں میں نہ آئیں۔ یہ 'لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ' کی ایک صورت ہے۔

عَنْ زَيْنَبَ، امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَتْ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيْبًا. (صحیح مسلم، رقم ۴۴۳)

''عبداللہ بن مسعود کی اہلیہ زینب رضی اللہ عنہما کہتی ہیں کہ نبی پاک نے ہم سے فرمایا: جب تم مسجد میں حاضر ہو تو خوشبو نہ لگاؤ۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

دوسرا ادب: شرعی مطالبات کی پاس داری

زندگی میں کوئی بھی کام ایسا کرنا اسلامی اعتبار سے ناجائز ہے جو کسی عقیدے اور شرعی حکم کے خلاف ہو۔ حد یہ ہے کہ نہایت ضروری کام جیسے روزگار کا حصول، اکل طعام بھی ان حدود کے اندر رہ کر ہو گا، جو اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لیے مقرر کیے ہیں۔ اگر کوئی امتی ان حدود کی پاس داری کرتے ہوئے زندگی میں اپنی ضرورت اور اپنے شوق کے تمام داعیات کو پورا کرتا ہے تو اسلام کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ کا کوئی کام جب شریعت کے خلاف نہ ہو تو کیسا ہی انوکھا کام کیوں نہ ہو وہ جائز ہے۔ مثلاً مداری کے تماشے کو جواز کی سند خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فراہم کی ہے (البخاری ۱۴۲۲ھ) کی روایت ہے کہ:

عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلَى بَابِ حُجْرَتِيْ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهِ، أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ. (رقم ۴۵۴)

''عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ نبی اکرم میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہیں اور حبشی مسجد میں کھیل دکھا رہے ہیں، (مجھے دیکھ کر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چادر کی اوٹ میں لے لیتے ہیں، اور میں ان کا کھیل دیکھتی رہی۔''

دینی تعلیمات کو بالعموم دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: حقوق اللہ اور حقوق العباد، جو شخص ان کی پابندی کرتے ہوئے کوئی بھی سنجیدہ، تفریحی، تخلیقی، اصلاحی، دینی، تحقیقی غرض کسی بھی نوع کا کام کرتا ہے تو اسلام کے مطابق وہ درست کرتا ہے۔ اور یہ ضابطہ مرد و عورت، دونوں کے لیے یکساں لاگو ہوتا ہے۔

تیسرا ادب: بنیادی اور ثانوی کاموں کا فرق

یہ بات ہر مرد و عورت کو سامنے رکھنی چاہیے کہ دین کی رو سے سماجی و دینی احکام کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو بنیادی ہیں، اور دوسرے وہ جو ثانوی ہیں۔ اگر کوئی شخص ثانوی احکام پر تو عمل کرے، مگر بنیادی کو چھوڑ دے تو یہ کسی طور پر درست نہیں ہے۔ خدا کے احکام جبلی تائید بھی رکھتے ہیں، مثلاً اگر جبلی طور پر دیکھیں تو حیض اور حمل، اور ولادت اور بعد از ولادت کچھ ایام عورت کے لیے کاموں میں کسی قدر حارج ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح اولاد کی پرورش، انھیں دودھ پلانے سے لے کر بالغ ہونے تک کی بہت سی ذمہ داریاں جبلۃً مرد کے مقابلے میں عورت پر زیادہ آتی ہیں۔ لہٰذا مجبوری کے سوا ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ ایک معصوم انسانی جان ماں کی محبت و التفات کو ترستی رہے، اور اس کی ماں محض کسی شوق یا کسی تفریح کے جذبے کے تحت کسی اور کام میں مشغول ہو۔ سب سے بہتر بات یہ ہے کہ وہ ان دونوں میں توازن قائم رکھے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

نہ تفریح حرام ہے اور نہ دل چسپی کے کام، لیکن یہ فطری امر ہے کہ ضروری کاموں کو اپنی تفریح اور دل چسپی کی نذر نہ کیا جائے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ کسی کے بیوی بچے گھر بھوکے بیٹھے ہوں اور وہ باہر گلی میں بیٹھا تاش کی بازی لگا رہا ہو، یا کرکٹ کے مزے لے رہا ہو۔ تفریح کی یہ صورت ناجائز ہے، اس لیے کہ یہ بنیادی کاموں کو فراموش کر کے کی جا رہی ہے۔ یہی معاملہ خواتین کا ہے کہ اگر انھیں کوئی مجبوری نہیں ہے، تو انھیں اس توازن کو برقرار رکھنا چاہیے۔ بہتر ہوگا کہ عورت اگر ماں ہے تو وہ اپنا شوق پورا کرے اور معاشرے کی خدمت ضرور کرے، مگر ماں والی ذمہ داریاں کماحقہٗ پورا کرتے ہوئے ایسا کرے۔ جب وہ اس عمر میں پہنچ جائے کہ وہ گھر در اور اولاد کی ذمہ داریوں سے آزاد ہو تو بلاشبہ پورے وقت (full time) کے لیے کام کرے۔ لیکن مرد پر چونکہ نان نفقے کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے، لہٰذا اس کے لیے یہ بنیادی کام کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے لیے اس کام کو چھوڑ کر دوسرے کاموں میں پڑنا جائز نہیں ہوگا۔

تیسرا ادب: عورت اور نان نفقہ کی ذمہ داری

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا عورت پر نان نفقہ کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی، یہ ذمہ داری مرد پر ہے، مثلاً دیکھیے سورۂ نساء ۳۴:۴، طلاق میں حق مہر کا حکم وغیرہ۔ ذیل کی حدیث میں قرآن سے معلوم اسی حق کو بیان کیا گیا ہے:

عن جابر بن عبد اللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عیلہ و سلم ... وَلَھُنَّ عَلَیۡکُمۡ رِزۡقُھُنَّ وَ کِسۡوَتُھُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ. (صحیح مسلم، رقم ۱۲۱۸)

''جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی آخر الزماں نے فرمایا: عورتوں کا تم پر حق ہے کہ ان کی روزی اور لباس وغیرہ تم بھلے طریقے پر فراہم کرو۔''

البتہ اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ عورت کو کمانا پڑے تو کما سکتی ہے۔ لیکن کوئی شخص عورت کو اس امر پر مجبور نہیں کر سکتا کہ عورت کمانے جائے۔ نہ اسے کمانے کے لیے ایسے امور میں ڈالا جا سکتا ہے کہ جو اس کی نزاکتِ طبع کے خلاف ہوں، اس کے نسوانی وقار کے خلاف ہوں۔ عورت اسلامی تہذیب میں علامتِ ناموس ہے۔ اسے گلی بازار میں اچھالا نہیں جا سکتا۔ وہ اعزاز سے رکھنے کی چیز ہے، اس کے ساتھ غیرت وابستہ ہے۔ یہ عربی زبان کے لفظ کی رو سے 'حفیظة'[۸] ہے، جس کے حفاظت کی جاتی ہے۔ اسے اس کے شایانِ شان کاموں میں لگنا اور لگانا چاہیے۔ یہ گلی گلی رسوا کرنے کی چیز نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ عَمۡرٍو، أَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الدُّنۡیَا مَتَاعٌ، وَخَیۡرُ مَتَاعِ الدُّنۡیَا الۡمَرۡأَۃُ الصَّالِحَۃُ. (صحیح مسلم، رقم ۱۴۶۷)

''عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا ایک پونجی (متاع حیات) ہے اور دنیا کی سب سے بڑھیا پونجی صالح عورت ہے۔''

لہٰذا ان کی صلاحیتوں اور ان کے مذاق وشوق کے اظہار کے لیے اچھے میدان ہائے عمل تخلیق کرنے چاہییں۔ جن میں کام کرتے وقت یہ رسوائی، دھکوں اور کسی قسم کی خرابی سے محفوظ رہیں۔ یہ قیمتی ترین متاع حیات ضائع نہ ہو جائے۔

۸۔ عرب 'حفیظة' اس چیز کو کہتے تھے جس کی حفاظت ان کی غیرت کا مسئلہ ہوتی تھی۔ کسی حماسی کا شعر ہے:

إِذًا لَقَامَ بِنَصۡرِي مَعۡشَرٌ خُشُنٌ ...عِنۡدَ الۡحَفِیۡظَۃِ إِنۡ ذُوۡ لُوۡثَۃٍ لَانَا

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org